چوہدری مظفر حسین

اسرارِ لاالٰہ بزبانِ اقبال مرحوم

ت ہے کہ ایک بار علاّمہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ دردِ گردہ کی شد
ہوئے تو صعوبتِ مرض اور اندیشہ ہائے گوناگوں سے بیق
اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی:

مرا فرصتِ ھو حق دو سہ روزے دگرے
دریں دیر کہن بندہ بیدار کجاست

(مجھے دو تین روز کی اور فرصت ہو حق یعنی تجھے یاد کرنے
فرصت دے کہ اس دیر کہنے میں بندہ بیدار (میرے سوا)
ہے کہاں)

میر و مرزا بہ سیاست دل و دیں باختہ اند
جز برہمن پسرے محرمِ اسرار کجاست

(میر اور مرزا دل اور دین کی سیاست میں حواس باختہ
ہوئے ہیں سوائے برہمن زادے کے اس کے اسرار
کو جاننے والا کہاں ہے)

اندریں عصر کہ لاَ گفت مَنْ اِلاّ گفتم
رہِ چنیں دیدہ کہ بیں بہ شبِ تار کجاست

(اس زمانے میں کہ سوائے میرے اور کوئی اِلاّ کہنے والا
نہیں اس طرح کا راستے کو جاننے والا اس اندھیری رات میں
کہاں ہے)

حرفِ ناگفتہ محالِ نفسے می خواھد!
ورنہ ما را بہ جہانے تو سر و کار کجاست

(وہ بات جو ابھی کہی نہیں گئی صرف ایک سانس کی
مہلت چاہتی ہے ورنہ مجھے تیرے جہاں سے کیا سروکار ہے)

یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ سورۂ ابراہیم میں کلمۂ طیبہ کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی ہے وہ علامہ اقبالؒ کو بے حد محبوب تھی اور اس آیت سے ان کے خصوصی شغف کے پیشِ نظر آپ کے عقیدت مندوں نے اسے آپ کے مزار کی چھت پر کندہ کروا دیا۔ چنانچہ جس حرفِ ناگفتہ کے بیان کے لئے آپ دوسہ روزے دگرے کی مہلت مانگتے رہے وہ ان کی وفات کے بعد بھی اس قرآنی آیت کے حوالے سے ہمیں دعوت غور وفکر دے رہا ہے۔ شاید قدرت نے یہ انتظام ہی اس لئے کیا ہے کہ کلمہ طیبہ کی تخم ریزی سے ضمیر انسانی میں پھوٹ کر برگ و بار لانے والی شخصیت کا جو تصور علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں خودی کی اصطلاح کے حوالے سے پیش کیا تھا وہ اس قرآنی آیت کے حوالے سے زائرین مزار اقبالؒ کے ہمیشہ پیشِ نظر رہے۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُہَا
ثَابِتٌ وَّ فَرْعُہَا فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِیْٓ اُکُلَہَا کُلَّ حِیْنٍ
بِاِذْنِ رَبِّہَا ط وَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ
یَتَذَکَّرُوْنَ ۝

قرآن حکیم میں اس کے بعد ایک آیت چھوڑ کر جو کلمہ خبیثہ کے بارے میں ہے سلسلۂ کلام پھر کلمۂ طیبہ کی طرف عود کرتا ہے۔ لیکن یہاں کلمۂ طیبہ کے بارے میں قول ثابت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ یہ نظریۂ حیات، جس کے مقابلے میں کسی باطل نظریۂ حیات (کلمۂ خبیثہ) کو قرار حاصل نہیں، مومنین کو دنیا اور آخرت میں ثبات بخشتا ہے۔ البتہ عمل صالح شرط ہے کلمۂ طیبہ کے پنپنے کی راہ میں تصحد

اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ

علّامہ اقبال نے اپنے کلام میں اکثر و بیشتر کلمۂ طیّبہ ہی کی تشریح و تفسیر کی ہے، وہ خود فرماتے ہیں

قلندر جُز دو حرف لَا اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

یعنی وہ دورِ حاضر کی لادینی فضا میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہی سخن سنج ہیں : اندریں عصر کہ لَاگفت من اِلّاگفتم

یوں تو ہم سبھی کلمۂ طیّبہ کا حلف اٹھا کر ہی مسلمان ہوتے ہیں مسلمان کہلاتے ہیں، لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو کلمۂ طیّبہ کے ان مضمرات و متضمنات سے آگاہ ہوں، جن کو اس " محرمِ اسرار " نے مشکلاتِ لَا اِلٰہ سے تعبیر کیا ہے۔

چو میگویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لَا اِلٰہ را!

اس لئے علّامہ اقبالؒ نے ہمیں بار بار کلمۂ طیّبہ کی معنویت پر غور کرنے کی دعوت دی ہے اور انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اس کے عملی اطلاقات پر شدّت سے اصرار کیا ہے۔

آپ کے کلام میں اس کلمے کا تکرار بکثرت پایا جاتا ہے لیکن ہر کہیں اس کی تشریحات و توضیحات میں جدّت، تنوّع، برجستگی اور تازگی کی وہ کیفیت ہے کہ اس کی نظیر ہمارے پورے دینی لٹریچر میں ملنی محال ہے۔ ہمارے علماء میں سے کسی نے بھی کلمۂ طیّبہ کی تشریح و تفسیر اس جامعیت کے ساتھ نہیں کی جیسی کہ علّامہ اقبالؒ نے کی ہے۔ کیونکہ ان کا فکری تار و پود تمام تر کلمۂ طیّبہ کا ہی رہینِ منّت ہے۔

یہاں کلمۂ طیّبہ کے بارے میں علّامہ اقبالؒ کی تمام تصریحات کا تفصیلاً جائزہ لینا ممکن نہیں اس لئے چند ضروری نکات کی طرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے جو ان کے کلام کے سرسری مطالعہ سے مترشح ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ایک بنیادی بات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو کلمۂ طیّبہ کے بارے میں علامہ اقبالؒ کے طرزِ فکر کی امتیازی خصوصیت ہے کلمۂ طیّبہ کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصّے میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار ہے اور

دوسرے حصے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا۔ اپنی الگ الگ جگہ پر بھی، اور ایک دوسرے سے مربوط ہوکر بھی، دونوں ٹکڑے یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن کلمے کی تشریح میں یہ اکثر ہوا ہے کہ صرف ایک ہی ٹکڑے پر زور دینے کی وجہ سے دوسرے ٹکڑے کی اہمیت نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ یہ صحیح ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خلاصہ توحید خالص ہے جس کی نشر و اشاعت کے لئے آپ مبعوث ہوئے۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ اتنی ہی پکی اور ویسی ہی درست ہے کہ امت مسلمہ کے لئے تعلیمات الٰہیہ کا خلاصہ اتباع محمدؐ ہے جس کے لئے قرآن نازل ہوا۔ گویا کلمۂ طیبہ کا پہلا ٹکڑا نظریۂ زندگی ہے تو دوسرا ٹکڑا اس نظریۂ زندگی پر مبنی طرزِ زندگی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ کلمۂ طیبہ کا آخری جزو محمد رسول اللہ بھی وحدانیت ہی کی تصدیق و تکمیل ہے اور محمد رسول اللہ کے معنی یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ (یعنی معبود) نہیں ہیں تو یہ بات اپنی جگہ درست ہونے کے باوجود اس خطرے سے خالی نہیں ہے کہ اس سے ایسا طرزِ فکر پیدا ہو کہ قرآن پہنچا دینے کے علاوہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ فضیلت۔ لیکن اگر محمد رسول اللہ کی تشریح یوں کی جائے کہ آپؐ ہی ہمارے لئے خدا تک کا ناگزیر واسطہ ہیں تو آپؐ کے بارے میں خیالات، احساسات اور جذبات میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے اور ہمارے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم، توقیر و احترام اور سپاس و شکرگزاری سے لبریز و سرشار ہوجاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے اندازِ فکر کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ آپ نے کلمۂ طیبہ کے دوسرے ٹکڑے کے معانی بیان کرنے میں منفی پہلو سے زیادہ مثبت پہلو کو سامنے رکھا ہے اور اپنے کلام میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا ہے کہ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک تمام مسائل پر کلمۂ طیبہ کے اطلاق میں دونوں ٹکڑوں کی یکساں اطلاقی حیثیت واضح ہو۔

اس ضروری تمہید کے بعد ہم علامہ اقبالؒ کے تصوّرِ خودی کی طرف آتے ہیں جو درحقیقت کلمۂ طیّبہ ہی کی اخلاقیاتی تشریح ہے۔ اپنے کلام میں خودی کا لفظ اخلاقی معنوں میں جہاں کہیں بھی استعمال کیا ہے اس کا مطلب اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اتباع کے سوا اور کچھ نہیں۔ "ارمغانِ حجاز" میں، جو علامہ اقبالؒ کا آخری مجموعہ کلام ہے، ملّت سے خطاب کر کے پیامِ خودی کو مختصر ترین الفاظ میں یوں سمیٹتے ہیں:

بمنزل کوش مانندِ مَہِ نَو درین نیلی فضا ہر دَم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خواہی درین دَیر بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رَو

نئے چاند کی طرح اپنی منزل کے حصول میں کوشش کئے جا اس نیلی فضا کے اندر ہر گھڑی آگے بڑھتا رہ۔ اگر تو اس جہاں میں اپنا مقام چاہتا ہے تو اللہ سے دل بستگی پیدا کر اور سرورِ کائنات کے راستے پر گامزن ہو جا۔

اس قطعہ میں "بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ رَو" کا مصرع درحقیقت کلمۂ طیّبہ ہی کی اخلاقیاتی تشریح و تعبیر ہے۔

علامہ اقبالؒ کے نزدیک انسان کی سب سے زیادہ قیمتی متاع اس کی شخصیت ہے اور شخصیت ان کے فلسفے کی زبان میں نام ہے ایک خاص قسم کے تناؤ یا اطناب کا (A PARTICULAR STATE OF TENSION) یہ اطناب یا تناؤ اپنے حوالی کے ساتھ عمل و تعامل میں کسی خاص موقف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے پر ہی برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اور کلمۂ طیّبہ درحقیقت اعلان ہے زندگی میں ایک خاص موقف کو اختیار کرنے اور اس پر استقامت سے ڈٹے رہنے کا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ کا کلمہ ایک کلمۂ تسخیر ہے جو فطرت کی تمام قوتوں پر سے الوہیت کا لباس اتار پھینکتا ہے۔ اور انسان کے بیرونی تجربات میں تنقیدی مشاہدہ کی روح کو بیدار کر کے اسے تسخیرِ عالم پر ابھارتا ہے۔ اسی طرح سے ایک کلمۂ بغاوت بھی ہے جو اسے انسانوں کی ہر قسم کی غلامی سے نجات دلاتا ہے (لا سلاطین، لا کلیسا، لا الٰہ) جب کہ الا اللہ ایک کلمہ اقرارِ اطاعت ہے جو انسان کا رشتہ ایک ایسے ربّ السموٰت

والارض سے جوڑ دیتا ہے جس کی رفاقت میں وہ ہر قسم کے خوف و غم سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور ترقی و استیلائ کے بلند ترین مدارج کی آرزو کر سکتا ہے اور محمد رسول اللہ وہ کلمۂ دریافت ہے جس میں انسان کے لئے وہ ساری رہنمائی موجود ہے جس کی اسے احتیاج ہے اور جس نمونہ پر ڈھل کر بالفعل وہ تمام مقامات بلند اس کی دسترس میں آتے ہیں جن کی اسے آرزو ہے۔ نیز یہ ایک ایسا کلمۂ آزادی ہے جو اسے ہر قسم کی روحانی غلامی سے نجات دلاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وحی کا رشتہ ہمیشہ ہمیشہ کے منقطع ہونے کی وجہ سے ہر باطنی واردات آزادانہ تنقید پر پرکھی جانے کے قابل ہے اور کسی شخص کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ باطنی واردات کی بنا پر لوگوں سے اطاعت کا مطالبہ کرے۔ کلمہ طیّبہ کے دونوں حصّے مربوط ہو کر انسانی آزادی کا ایک ایسا تصوّر دیتے ہیں اور انسان کو فطرت اور انسانوں کی غلامی سے آزادی دلا کر عرفان ذات کا ایسا شعور بخشتے ہیں جسے ہم ایک نیا جنم لینے یا ایک نئی زندگی سے لذّت آشنا ہونے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علاّمہ اقبال کلمہ طیّبہ پر ایمان رکھنے والے 'مردِ مومن' کے لئے 'مردِ حُر' اور 'مردِ آزاد' کے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔

حیاتِ اجتماعی میں بھی، جسے علاّمہ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں بیخودی کا نام دیا ہے، کلمۂ طیّبہ کی اساسی حیثیت کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی مثنویات "رموزِ بیخودی"، "مسافر" اور "پس چہ باید کرد" خاص طور پر مطالعہ کرنے کے قابل ہیں۔ کلمۂ طیّبہ کی جو توضیحات اور تشریحات علاّمہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں مختلف مقامات پر کی ہیں ان کا ایک نہایت مختصر سا جائزہ مختلف عنوانات کے تحت یہاں پیش کیا جاتا ہے

عصرِ حاضر اور مسلمان

علاّمہ اقبالؒ کو شکایت ہے کہ موجودہ دور میں مسلمان تہذیبِ مغرب سے مرعوب

ہونے کی بنا پر اپنی اصل تہذیب سے جس کی بنیاد کلمۂ طیبہ پر اٹھائی گئی تھی، غافل اور بیگانہ ہوگئے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ کلمۂ طیبہ کی بصیرت بخش روشنی اور عمل انگیز حرارت سے محروم ہوگئے ہیں، لیکن ملتِ مسلمہ کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ انفرادی نشوونما اور اجتماعی سربلندی کا راز اس کلمہ میں مضمر ہے۔

عصر تو از رمز جاں آگاہ نیست   دین اُو جز حبّ غیر اللہ نیست

تیرا زمانہ جان کے اسرار و رموز سے آگاہ نہیں ہے۔ اس کا دین غیراللہ کی محبت کے سوا کچھ نہیں۔

جلوہ اش مارا ز ما بیگانہ کرد   ساز مارا از نوا بیگانہ کرد

اس کے جلوے نے ہمیں خود سے بیگانہ کر دیا ہم کو خود اپنی ہی لَے سے بیگانہ کر دیا۔

از دلِ ما آتشِ دیرینہ بُرد   نور و نار لا اِلٰہ از سینہ برد

اس کا جلوہ ہمارے دل سے پرانی لگی ہوئی آگ بھی لے گیا۔ یہاں تک کہ سینہ سے نور و نار لا الٰہ کو بھی لے اڑا۔

تا انکہ در تکبیر راز بود تست   حفظ و نشر لا اِلٰہ مقصود تست

چونکہ تکبیر میں تیری ہستی کا راز ہے۔ لا الٰہ کا یاد کرنا اور پھیلانا ہی تیرا مقصود ہے۔

نئی نسل کے نام پیغام

جاوید نامہ میں "خطاب بہ جاوید" کے عنوان سے نئی نسل کو علامہ اقبالؒ نے جو پیغام دیا ہے وہ شروع اس طرح سے ہوتا ہے کہ مسلمان مائیں اپنے بچوں کو عہد طفلی میں لا الٰہ کلمہ سکھا کر ایک انتہائی قابل قدر تہذیبی ورثہ، جو دولتِ جاوید ہے منتقل کرتی ہیں۔

دولت جاوید از و آموختی   از لبِ اُو لاَ اِلٰہ آموختی

ہمیشہ کی دولت تو نے اس سے پائی اس کے منہ سے تو نے لا الٰہ سیکھا۔

لیکن جوان ہونے پر ان کا فرض ہے کہ وہ اس کلمہ کے عملی مضمرات کا گہرا شعور حاصل کریں اور یہ کلمہ جس قسم کے اندازِ فکر اور ذہنی رویوں کو پیدا کرتا ہے، انہیں اپنائیں اور اپنی عملی زندگی کی بنیاد بنائیں۔

اے پسر ذوقِ نگاہ از من بگیر   سوختن در لاالٰہ از من بگیر

اے بیٹے نگاہ کا ذوق مجھ سے حاصل کر۔ لاالٰہ میں کس طرح اپنے آپ کو جلایا جاتا ہے وہ بھی مجھ سے سیکھ

لاالٰہ گوئی؟ بگو از روئے جاں   تا ز اندامِ تو آید بوئے جاں

تو لاالٰہ کہتا ہے! اس کو دل سے کہہ تاکہ تیرے جسم سے جان کی خوشبو آئے اور معلوم ہو کہ جسم میں جان ہے۔

ایں دو حرف لاالٰہ گفتار نیست   لاالٰہ جز تیغِ بے زنہار نیست

یہ لاالٰہ کے دو حرف صرف کہنے کی بات نہیں ہے۔ لاالٰہ بے زنہار تیغ کے سوا اور کچھ نہیں

زیستن با سوزِ او قہاری است   لاالٰہ ضرب است و ضربِ کاری است

اس کے سوز کے ساتھ جینا قہاری ہے اور لاالٰہ ایک بہت ہی کاری ضرب ہے

قوّت (شخصیّت سازی)

علّامہ اقبالؒ اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے علماء اور خطیب لاالٰہ کے معانی سے ناآشنا ہو گئے اور صرف وردِ لاالٰہ پر ہی قانع ہیں، حالانکہ یہ کلمہ قوّت کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔ اسے اپنا کر ایک ایسی قوی اور مضبوط شخصیّت معرضِ وجود میں آتی ہے جو خدا کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتی۔

اگرچہ پیرِ حرم وردِ لاالٰہ دارد   کجا نگاہ کہ برندہ تر از پولاد است

اگرچہ پیرِ حرم لاالٰہ کا ورد کرتا ہے فولاد سے زیادہ کاٹنے والی نگاہ اس کے پاس کہاں ہے۔

گرچہ می آید صدائے لاالٰہ   آنچہ از دل رفت کے ماند بہ لب

اگرچہ لاالٰہ کی صدا آتی ہے مگر جو بات دل سے نہ ہو اس کا اثر ہونٹ پر کیا رہتا ہے۔

قوتِ سلطان و میر از لا الٰہ ہیبتِ مردِ فقیر از لا الٰہ
بادشاہ اور امیر کی قوت لا الٰہ سے ہے، مردِ فقیر کی ہیبت لا الٰہ سے ہے۔

قبائے لاالٰہ خونیں قبائے است کہ بر بالائے نامرداں دراز است
لاالٰہ کا لباس خونین لباس ہے کہ نامردوں کو یہ پورا نہیں آتا۔

ہر کہ حرف لا الٰہ از بر کند عالمے را گم بخویش اندر کند
جو کوئی لا الٰہ کے کلمے کو یاد کر لیتا ہے وہ ایک پورے جہاں کو اپنے اندر گم کر لیتا ہے

کسے کو بر خودی زد لا الٰہ را زخاکِ مردہ رویاند نگاہ را
جس کسی نے اپنی خودی پر لا الٰہ کو مار لیا وہ مردہ مٹی سے نگاہ پیدا کر دیتا ہے۔

ہر کہ اندر دستِ او شمشیرِ لا است جملہ موجودات را فرمانروا است
ہر وہ شخص جو ہاتھ میں "لا" کی شمشیر لئے ہوئے ہے وہ جملہ موجودات کا حاکم ہے۔

زندگی شرحِ اشاراتِ خودی! لا و اِلّا از مقاماتِ خودی
زندگی خودی کی نشانیوں کی شرح ہے اور 'لا' اور 'الّا' خودی کے مقامات ہیں۔

قومی زندگی کی بنیاد علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ہماری قومی زندگی کی بنیاد یہی کلمہ ہے۔ اسی توحید کے اقرار سے اف[راد] ایک ملت میں ڈھلتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصود ایک ہوتا ہے۔ لیع[نی] اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے نام کو دنیا میں بلند کرنا اور اس[ی] اساس پر ملت قوت و شوکت کی سزاوار بنتی ہے۔

چیست ملت اے کہ گوئی لا الٰہ باہزاراں چشم بودن یک نگاہ
اے لا الٰہ کے کہنے والے! جانتے ہو ملت کیا ہوتی ہے ہزاروں آنکھیں ہوتے ہوئے یک نگاہی ہو۔

اہلِ حق را حجت و دعویٰ یکے است خیمہ ہائے ما جدا دلہا یکے است
اہلِ حق کا ایک ہی دعویٰ اور ایک ہی دلیل ہے۔ ہمارے گھر اگرچہ جدا جدا ہیں

مگر دل ایک ہیں۔

ذرہ ہا از یک نگاہے آفتاب! یک نگاہ شو تا شود حق بے حجاب

بہت سے ذرّے ایک نگاہ سے آفتاب بن جاتے ہیں تو بھی ایک نگاہ بن جا تاکہ تیرے لئے حق بے حجاب ہو جائے۔

ملّتے چوں می شود توحید مست قوت و جبروت می آید بدست

جو کوئی ملت توحید میں گم ہو جاتی ہے تو اس کے ہاتھ میں قوت و اختیار آجاتا ہے۔

اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے کلمہ کے ان مضمرات کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو ملّت اسلامیہ کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں

نکتہ میگویم از مردان حال !! امتاں را لا جلال الّا جمال

مردانِ حال کی راز کی ایک بات بتادوں امتوں کے لئے لا جلال ہے اور الّا جمال ہے۔

لا و الّا احتساب کائنات لا و الّا فتح باب کائنات

لا اور الّا کے ذریعہ کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور لا اور الّا کے ذریعے کائنات کے دروازے کھلتے ہیں۔

ملّت بیضا تن و جاں لا الٰہ ساز ما را پردہ گرداں لا الٰہ

ملّت بیضا کا وجود لا الٰہ سے ہے اور لا الٰہ ہی ہمارے ساز سے پردد اٹھانے والا ہے۔

لا الٰہ سرمایۂ اسرار ما رشتہ اش شیرازۂ افکار ما

لا الٰہ سرمایہ ہے ہمارے اسرار و رموز کا اور اس کا تعلق ہی ہمارے افکار کی شیرازہ بندی کرتا ہے۔

مابعد الطبیعاتی مضمرات علامہ اقبال کے نزدیک کلمۂ طیبہ مابعد الطبیعاتی نظریہ کے طور پر سائنس میں روحانیت کا عنصر داخل کرتا ہے۔ اس خیال کو انہوں نے مختلف طریقوں

سے کثرت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مہر و ماہ گردد ز سوز لا الٰہ　　دیدہ ام ایں سوز را در کوہ و کاہ

مہر و ماہ لا الٰہ کے سوز سے گردش میں ہیں۔ اس سوز کو میں نے پہاڑوں اور بیابانوں میں دیکھا۔

خرد دیکھے اگر دل کی نگاہ سے　　جہاں روشن ہے نور لا الٰہ سے
فقط اک گردش شام و سحر ہے　　اگر دیکھیں فروغ مہر و ماہ سے

گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گرد راہ　　گفت جاں؟ گفتم کہ راز لا الٰہ

اس نے کہا کہ تن کیا چیز ہے تو میں نے کہا کہ یہ راستے کی گرد سے پیدا ہوا ہے پھر اس نے کہا کہ جان کیا چیز ہے تو میں نے کہا یہ لا الٰہ کا راز ہے۔

نقطۂ ادوار عالم لا الٰہ　　انتہائے کار عالم لا الٰہ

دنیا کی ہر گردش لا الٰہ کے نقطہ کے گرد ہوتی ہے اور دنیا کے معاملات کی انتہا لا الٰہ ہے۔